پندرہ روزہ

مُجلہ

اہلِ حدیث

مجلسِ ادارت:

مولانا ثناء اللہ عمری ایم اے
مولانا عبدالمتین میمن مولوی فاضل
ابن احمد نقوی ایم اے
مولانا عبدالنور راغب سلفی

مُدیر

حکیم محمد اجمل خان

۷ راکتوبر ۱۹۸۵ء

اشتراکات:

سالانہ ـــــ ۲۰ روپے
ششماہی ـــــ ۱۰ روپے
فی کاپی ـــــ ۱۰۰ پیسے
سرپرست و معاونین سے ـــــ خصوصی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مجلہ اہلِ حدیث

شکراوہ، وایا پنہانہ، فرید آباد ۱۲۲۱۰۴

اہلِ حدیث نوجوانوں سے خطاب

اہلِ حدیث نوجوانوں میں الحمدللہ دینی و مسلکی خدمت کا جذبہ بہت شدت سے ابھر رہا ہے اور ان میں کام کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ اسی لئے ملک کے مختلف حصوں میں نوجوانوں کی تنظیمیں مختلف ناموں سے قائم ہو رہی ہیں۔ اور انھوں نے اپنی اپنی جگہ کام شروع کر دیا ہے ـــــ مرکزی جمعیت نے بھی اپنے اجلاس بنگلور میں نوجوانوں کی ذیلی تنظیم قائم کرنے کی قرارداد منظور کی ہے۔ جس کا نام جمعیت شبان اہلِ حدیث قرار پایا ہے۔ مگر ملک میں جو نوجوان تنظیم قائم ہو رہی ہیں وہ کئی ناموں سے ہیں، جیسے شبان اہلِ حدیث، شبان المسلمین وغیرہ۔ بعض نوجوانوں نے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ نوجوان تنظیم کے ساتھ اگر اہلِ حدیث نہ لگایا جائے تو مناسب ہوگا۔ اس کیلئے وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اہلِ حدیث لگانے سے دوسرے مسالک کے حاملین بدکتے ہیں، تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ شبان المسلمین کے نام سے کئی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ اس لئے شبان المسلمین نام میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن شبان المسلمین کا مقصد، نصب العین اور طریق کار صرف قرآن و حدیث کے مطابق ہونا چاہیئے اور اس کے عہدے بھی عاملین مسلک عمل بالحدیث کے پاس رہنے چاہئیں۔ دوسرے مسالک سے متعلق نوجوان اگر اس میں شریک ہونا چاہیں تو ان کے لئے اس کے دروازے کھلے رکھے جائیں مگر رکنیت شرائط کی منظوری کے بعد ـــــ کنفرم کی جانی چاہیئے۔

بعض احباب کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے ایسی نوجوان تنظیم بھی بنائی ہیں جن میں مقلدین شریک ہیں۔ ایسے حضرات سے گذارش ہے کہ اہلِ حدیث نوجوانوں کی تنظیم چاہے وہ کسی نام سے ہو دینی تعلیم و تبلیغ کا کام صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں کرے گی۔ اور اس کے پلیٹ فارم سے وہی بات کہی جائے گی جو کتاب و سنت کا منشا ہے، مصلحت منافقت اور مداہنت نہیں برتی جائے گی کہ آپ مقلدین کو تنظیم میں شریک کر کے سنتوں پر عمل کو فروعی کہنا شروع کر دیں۔ اس طریق کار سے مقلد نوجوانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے بجائے خود آپ بدلنے لگ جائیں۔ توحید کی ایسی تعریف کرنے لگ جائیں کہ اس میں ہر بدعت اور ہر تقلید کی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مسلم پرسنل لاء اور ہماری جماعت

اطراف ہند سے متعدد احباب و ذمہ داران جماعت نے توجہ دلائی ہے کہ مسلم پرسنل لاء کے سلسلہ میں اہل حدیث کا موقف قرآن و حدیث کی روشنی میں منظر عام پر آنا چاہئے۔ تجویز ہے کہ اس کے لئے سیمینار و سمپوزیم منعقد کئے جائیں، جماعتی اخبارات کے خاص نمبر بھی نکالے جائیں۔ اور کتابیں شائع کی جائیں۔ نیز ہندوستان کے اس عظیم نقار خانے میں مسلم پرسنل لاء کے سلسلہ میں قرآن و حدیث کا موقف کھل کر پیش کیا جائے۔

احباب جماعت کے یہ خیالات بہت مناسب اور بروقت ہیں، لیکن اس بارے میں چند گزارشات ہیں۔ مناسب ہوگا کہ ہمارے علماء کرام اور ذمہ داران جماعت ان پر غور فرمالیں۔ تاکہ ان کی روشنی میں مناسب اقدامات کئے جائیں۔ اور کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکے۔

ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کا مسئلہ بہت پرانا ہے۔ یعنی مدت سے برابر اس کے لئے مسلمانوں کی طرف سے حکومت کو متوجہ کیا جاتا رہا ہے۔ مگر حکومت کی جانب سے اس شور و فریاد کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا گیا۔ البتہ وقتاً فوقتاً جزوی طور پر کچھ باتیں ضرور حکومت کے زیر غور آتی رہیں۔ جیسے مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کا مسئلہ تھا تو وہ سیاسی بنیادوں پر الیکشنی مفاد کی خاطر حل ہوا۔ مسلمانوں سے کسی ہمدردی یا ان کے تہذیبی تحفظ کی خاطر نہیں۔ یہ تو حکومت کا معاملہ رہا۔

اب آپ مسلمانوں کی طرف آئیے۔ ہندوستانی مسلمان، آپ جانتے ہیں، مختلف سیاسی دھڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مگر ان کے دو مشہور دھڑے زیادہ جانے پہچانے ہیں۔ ایک کانگریس کے حامی مسلمانوں کا، جن میں جمعیت علمائے ہند اور وقتاً فوقتاً اسمبلی و پارلیمنٹ میں منتخب ہونے والے کانگریسی مسلم اراکین، دوسرا دھڑا اپوزیشن والوں کا ہے، جس میں مسلم لیگ، مسلم مجلس، اتحاد المسلمین، مجلس مشاورت، جماعت اسلامی اور مولانا علی میاں وغیرہ تنظیمیں اور افراد ہیں۔ تعداد اور نمائندگی کے اعتبار سے یہ اول الذکر سے زیادہ اہم ہے۔ اور مسلمانوں کی بڑی تعداد ان پر اعتماد کرتی ہے۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ اگرچہ تمام مسلم جماعتوں اور افراد کا ادارہ ہے لیکن اس پر غلبہ غیر کانگریسی خیال کا زیادہ ہے۔

جہاں تک اہل حدیث کا تعلق ہے ان کی وابستگی بھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ساتھ رہی ہے کیونکہ حضرت مولانا مختار احمد ندوی صاحب اس کے تاسیسی اراکین میں سے ہیں۔ لیکن جیسا حشر دوسری تنظیمات کا ہوتا رہا ہے وہی مسلم پرسنل لاء بورڈ کا ہے۔ اس میں اب برائے نام جماعت اہل حدیث کے نمائندے کے طور پر ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی صاحب ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا اس میں کوئی رول ایگزیکیٹو پارٹ نہیں ہے، شاید وہ دلچسپی بھی کم لیتے ہیں۔ اور اب مسلم پرسنل لاء بورڈ نے جو ایکشن کمیٹی بنائی ہوئی ہے اس میں تو ڈاکٹر صاحب یا کسی بھی اہل حدیث کا نام ہی سرے سے نہیں ہے جبکہ شیعہ، بریلوی وغیرہ سب کے نام ہیں۔ اب اس تنظیم پر کچھ سیاسی جماعتوں کے علاوہ بہار کی امارت شرعیہ کے کارپردازوں کا قبضہ ہے۔ امارت شرعیہ کے قاضی حضرات خود ہی مسلم پرسنل لاء کے مسائل پر رائے زنی فرماتے رہتے ہیں۔ اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ حسب دستور فقہی تاویلات شائع فرماتے رہتے ہیں۔ جو آج کل بیشتر اردو اخبارات کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

میں ذاتی طور پر مسلم پرسنل لاء، دہلی کی ایکشن کمیٹی کا رکن نامزد کیا گیا ہوں۔ خدا جانے کس لئے بنایا گیا۔ شاید مولوی اخلاق صاحب کی وجہ سے ایک دو میٹنگوں میں شرکت بھی کی۔ تو اندازہ ہوا کہ مسلم پرسنل لاء سے زیادہ لوگوں کو اظہار ذات یا اس کے ذریعے سیاسی مقبولیت کا شوق دامنگیر ہے۔ اس لئے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس مسئلہ کے تعمیری و اجتہادی پہلو کو کوئی ٹچ کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ اسے سیاسی مسئلہ کے طور پر پیش کر کے اس کا حل چاہتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں اس مسئلے کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو سیاسی ہے۔ یعنی مسلم اقلیتی معاملات، مذہب، تعلیم، تبلیغ، پرسنل لاء وغیرہ میں سرکاری و عدالتی دخل اندازی کو روکنا۔ اس کے لئے تو تمام مسلمانان ہند کو ایک زبان ہو کر سرکار سے مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات اور پرسنل لاء میں، آئین ہند کی دفعات ۲۹-۳۰ کے مطابق کسی قسم کی دخل اندازی سے باز رہے۔ اور موجودہ آئین اور قوانین سے ایسی تمام دفعات کو خارج کر دے جو مسلم پرسنل لاء یا مسلمانوں کے مذہبی

معاملات میں دخل اندازی کا چور دروازہ فراہم کرتی ہیں۔ اس مطالبہ میں کسی بھی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی، اہل حدیث ہوں یا حنفی و شافعی، لیگی ہوں یا جمعیت علمائی، کانگریسی ہوں یا کمیونسٹ۔ سب کی ایک آواز ہونی چاہیئے۔ اور حکومت سے صرف یہی اصولی بات کرنی چاہیئے۔ جو لوگ دینی مسائل پر اجتہادی و فقہی بحث سرکاری پلیٹ فارم وغیرہ سے کر رہے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

جہاں تک مسائل میں اجتہاد یا اختلاف رائے، تعبیر، تفہیم و تشریح و تفسیر کا تعلق ہے، یہ علماء کرام کا کام ہے۔ وہی حضرات سرکار کو اپنی رائے دیں۔ اور انھیں کی رائے سرکار قبول کرے۔

دوسرا پہلو دینی ہے۔ سارے مسلم علماء و دانشور حضرات اس حقیقت سے واقف ہیں کہ قانون کی شکل میں باضابطہ مدون پرسنل لاء ہندوستانی مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ ہماری حکومت عدالتوں اور وکیلوں کے پاس جو کچھ ہے وہ وہی مختلف قوانین ہیں جو ۱۸۶۴ء کے بعد سے اب تک ضرورتاً فقہ حنفیہ کی روشنی میں ہدایہ، درمختار اور فتاویٰ عالمگیری کی مدد سے بنتے رہے ہیں، جن کی تفصیل ہم نے الگ سے دی ہے۔ ان قوانین کو کسی طرح نہ تو جامع کہا جا سکتا ہے نہ بالکلیہ صحیح!

ہندوستان میں چونکہ حنفی مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے کثرت کو دیکھ کر یہ قوانین وضع کر لئے گئے۔ اس بات کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا کہ فلاں مسئلے میں قرآن و حدیث کا منشا کیا ہے؟ تاکہ عدالتوں کو اس کی روشنی میں فیصلے کرنے میں مدد ملتی۔ اور مسلمانوں کو پیش آمدہ مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ مثلاً مروجہ مسلم پرسنل لاء میں طلاق بدعی کو جائز اور نافذ العمل تسلیم کیا گیا ہے، جبکہ خود امام ابوحنیفہ اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد حضرات کی یہ جرأت رندانہ ہے کہ اسے جائز مانتے ہیں، جبکہ وہ صریح طور پر قرآنی طریقۂ طلاق کے خلاف ہے۔

نفقۂ مطلقہ کے سلسلہ میں یہ وضاحت اس شخصی قانون میں ضرور موجود ہے کہ طلاق دی جانیوالی عورت کو عدت کے اندر ہی نفقہ دیا جائے گا۔ جس کے لئے قرآن کریم کا نص شاہد ہے۔ مگر واقعی مطلقہ کو قرآن کریم نے جس احسان سلوک اور متاع بالمعروف کے ساتھ ... رخصت کرنے کا حکم دیا ہے اس کا کوئی تذکرہ اس میں موجود نہیں ہے جب اس کا تذکرہ نہیں تو یہ صراحت بھی نہیں ہے کہ متاع بالمعروف کی مقدار کیا ہوگی۔ اسے کون متعین کرے گا۔ اگرچہ وہ اختیاری ہے مگر خاص حالات میں اس کا تعین کس طرح ہوگا۔

نئے پیش آمدہ ماحول میں اوقاف کے مصارف، وقف علی الاولاد کا انتظام و انصرام اور استعمال، محجوب الارث پوتے و نواسے کی وراثت، وراثت عمومی کی تقسیم، خلع، مہر، فسخ نکاح، وصیت وغیرہ متعدد ایسے مسائل ہیں جن پر نئے حالات کے مطابق اب اجتہاد ضروری ہو گیا ہے۔ مسلم علمائے کرام کی غفلت سے ان معاملات و مسائل میں سرکاری عدالتوں کے نئے نئے ریمارک آتے رہتے ہیں اور وہ قانونی شکل اختیار کر جاتے ہیں مثلاً کچھ عرصہ پہلے پنجاب ہائی کورٹ کے ایک رولنگ میں یہ کہہ دیا گیا کہ صرف وہی قبرستان، قبرستان کہلائیں گے جو بطور قبرستان استعمال ہوتے ہیں۔ جو شریعت اسلامیہ کے ضابطہ وقف و وصیت کے بالکل خلاف ہے۔ اسی طرح کے درجنوں معاملات و مسائل ہیں جو کسی نہ کسی طرح سے سرکاری دخل اندازی کا شکار ہیں۔ علمائے کرام کو اس طرف کوئی توجہ نہیں۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ شاہ بانو کیس کے فیصلہ سے اتنی جرأت پیدا ہو گئی ہے جبکہ اسی طرح کے بعض فیصلے پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ مسلم پرسنل لاء کو جس قدر پیچیدگیوں میں سرکار نے الجھا رکھا ہے اس سے کہیں زیادہ اسے خود علمائے کرام نے مشکل بنا دیا ہے۔

میں نے مجلہ اہل حدیث کی ایک اشاعت میں عائلی ضابطوں کے تحفظ پر کچھ لکھا تھا جس میں یہ رائے پیش کی تھی کہ مسلم پرسنل لاء کے مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں مدون کئے جائیں۔ نہ کہ فقہ کی روشنی میں! تاکہ معاملہ اتحاد کی طرف آئے اس پر ایک دیوبندی لیڈر عالم نے فرمایا کہ "آپ ایسے وقت میں حنفیوں کی قبر کھود رہے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ یہ مسلک کی بات ہے"۔

اب آپ ہی اندازہ فرمایئے۔ صورت حال کس قدر پیچیدہ ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ بھئی عارف محمد خان صاحب کی بات طلاق بدعی کے بارے میں تو صحیح ہے۔ ان کی جتنی بات صحیح ہے اتنی تو آپ مانیئے۔ اور جو غلط ہے اس کو رد کر دیجیئے۔ مگر کوئی سننے کو بھی تیار نظر نہیں آتا۔ کوئی کہتا ہے وہ عالم نہیں، کوئی کہہ رہا ہے، وہ عربی نہیں جانتا۔ کوئی کہتا ہے، زر خرید ہے۔ حمید دلوائی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں!

طلاق بدعی خواہ حرام ہو یا بدعت۔ یا قرآنی طریقے کے خلاف۔ مگر چونکہ فقہا نے کہہ دیا ہے اس لئے ہر حال میں اسے نافذ کرنا ہے اور اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے برابر الٹی سیدھی تاویلیں کرنی ضروری ہیں؟ بھلا اس نقارخانے میں ہماری بات کون سنے گا۔ اور کون اسے صحیح تسلیم کرے گا۔ الزام دیا جائے گا کہ ہم بھی سرکاری آدمی عارف محمد خان کی حمایت کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ!

لیکن ہم سمجھتے ہیں چاہے جو کچھ بھی ہو۔ کوئی سنے نہ سنے، ہمیں حق بات ہر حال میں کہنی ہے اور قرآن و حدیث کا موقف دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہر چیز بالآخر اپنی اصلیت کی طرف لوٹتی ہے۔ ہماری بات سنی جائے گی۔ اور مسلمان قرآن و حدیث کے اصول کو قبول کریں گے۔

کرنے کا کام

اب ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ ہم اپنی بات کیسے کہیں؟ اس مقصد کے لئے پہلے سوالات طے کرنے جائیں۔ اس کے بعد علمائے کرام کو جمع کیا جائے۔ وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان سوالات پر محاکمہ کریں اور

فیصلہ کرکے کتابی شکل میں مدون کرنے کے بعد حکومت اور مسلم عوام کے سامنے رکھ دیں۔

زیر بحث مسائل میں اگرچہ طلاق اور مطلقہ کا نفقہ ہی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کو ناقص رکھنا مستقبل میں پھر مسلمانوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ سارے مروجہ مسلم پرسنل لاء کو سامنے رکھا جائے، جو مسائل اس میں درج ہیں قرآن وحدیث کے مطابق ان کی تنقیح کرلی جائے۔ اور جو اس میں درج نہیں انھیں مدوّن کرکے شریک کیا جائے۔

اہل حدیث پرسنل لاء بورڈ

ان مسائل پر غور و خوض کے لئے جماعت کے ممتاز علمائے کرام کے علاوہ وکلاء، جج، پروفیسر اور دوسرے دانشور حضرات پر مشتمل ایک بورڈ بنایا جائے جو عائلی اور شخصی ضابطوں کی تدوین وتشکیل کرے اور انھیں آخری شکل دے۔ انشاء اللہ یہ ایک مفید کام ہوگا۔ اور ہم قرآن وحدیث کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔

محاکمہ، اجتہاد، تدوین وتشکیل کے اصول

علمائے کرام اور دوسرے دانشوران ملت اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ عائلی اور شخصی مسائل میں اختلاف رائے کی اصل وجہ فقہائے اربعہ اور تقلیدی امت ہے۔ اس لئے اہل حدیث کے لئے یہ طے شدہ امر اور اصول ہے کہ زیر بحث عائلی اور شخصی مسائل میں صرف قرآن وحدیث ہی کو معیار بنایا جائے گا۔ البتہ ائمہ اربعہ اور دوسرے علماء، ائمہ ومحدثین کے اجتہاد اور تفقہ سے صرف استفادہ کیا جائے گا۔

بحث وتحقیق کے دوران اس بات کا پورا لحاظ کیا جائے گا کہ جو لائن فقہاء نے متعین کر دی ہے اسے قرآن وحدیث کے نصوص پر پرکھا جائے گا۔ اور فقہاء کی وضع کردہ اصطلاحات کا استعمال بہت محتاط ہو کر کیا جائے گا۔

یہ اس لئے عرض کیا جارہا ہے کہ بعض اہل حدیث علمائے کرام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ عائلی وشخصی مسائل پر جب بھی بحث شروع کرتے ہیں تو فقہی مسائل کو سامنے رکھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ اور بلا جھجک فقہاء صاحبان کی وضع کردہ اصطلاحات اور تاویلات کا استعمال کرتے ہیں۔

۱۔ مثلاً طلاق کی صرف ایک ہی قسم ہے۔ طلاق شرعی، جس کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر اقسام فقہی کتابوں میں درج ہیں وہ ساری فقہاء کی وضع کردہ ہیں۔ ان اصطلاحات کے استعمال سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور تاویل اور حیل کے راستے کھلتے ہیں۔

۲۔ چونکہ ہر شرعی عمل کے لئے نیت لازمی چیز ہے اور وہ شریعت کا اصول ہے۔ اس لئے طلاق کے عمل کے لئے بھی نیت کو لازمی قرار دیا جائے گا۔

۳۔ طلاق دینے کا طریقہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے صرف تین طہر اور تین بار کا ملتا ہے اس لئے اس کی تائید کی جائے گی۔ کیونکہ خود ائمہ اربعہ بھی جب طلاق کا طریقہ بیان کرتے ہیں تو اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات ضروری ہے کہ بدعی عمل جو مردود ہے وہ کس طرح نافذ العمل قرار پائے گا۔ جیسا بعض سلفی المسلک علماء طلاق بدعی کے وقوع کے قائل ہیں۔ اور فقہاء کی تاویل واصطلاحات میں گرفتار ہیں۔

۴۔ طلاق حسن اور احسن کی اصطلاحات محض حیلہ جوئی کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ کوئی شخص اگر واقعی صحت نیت کے ساتھ اپنی عورت کو طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ تین طہر میں تین طلاق کے عمل کو پورا کرے گا۔ وہی طلاق شرعی ہے۔ طلاق رجعی، اور احسن سے ایسا ترشح ہوتا ہے کہ طلاق کو پہلے سے یہ معلوم ہے کہ وہ رجوع کرے گا؟ جو خلاف عقل اور نقل ہے۔

۵۔ طلاق بالنیت ہے باللفظ نہیں۔ فقہاء چونکہ باللفظ ... کے قائل ہیں اس لئے وقت واحد کی تین طلاق کا وقوع تسلیم کرتے ہیں۔ اگر بالنیت کے اصول کو تسلیم کرلیا جائے تو طلاق بدعی کی بدعت خود ختم ہوجائے۔ اشارے کی طلاق میں تو بہرحال فقہاء بھی نیت کے قائل ہیں۔

۶۔ طلاق ورجوع کے لئے شہادت کو لازمی قرار دیا جانا چاہیے۔

۷۔ بلا تکمیل عدت کسی طلاق کا وقوع تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ طلاق بدعی میں کیا جاتا ہے۔ البتہ عورت مطلقہ کی تعریف میں آئے گی۔

۸۔ عائلی وشخصی مسائل کے تنازعات کے حل کے لئے شرعی حکم بنانے کی تجویز کی تائید کی جائے۔

۹۔ خلع اور فسخ نکاح کے لئے ضابطہ بنایا جائے تاکہ وہ قابل عمل بن سکیں۔

۱۰۔ عام مطلقہ عورت کے لئے احسان سلوک اور اسے متاع بالمعروف کے ساتھ رخصت کرنے کی تائید کی جائے۔ اور متاع کی مقدار حالات وضرورت کے حساب سے متعین کرنے کا اختیار شرعی حکم کو دیا جائے۔

۱۱۔ نادار مطلقہ عورت کے لئے نفقہ کی کیا صورت ہو۔ اسے متعین کیا جائے۔

۱۲۔ محجوب الارث پوتے یا نواسے کی وراثت کے لئے ضابطہ بنایا جائے۔

۱۳۔ وقف علی الاولاد کی صورت میں اگر اولاد نالائق ہو یا واقف کی منشا کے مطابق انتظام وخرچ نہ کرے تو اس کے لئے ضابطہ بنایا جائے

۱۴۔ اوقاف کے مصارف مثلاً قبرستان کی آمدنی کن مدات پر خرچ ہوسکتی ہے، کا تعین کیا جائے۔ ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں کیسے خرچ کی جائے۔

۱۵۔ مہر اور جہیز کے بارے میں مروجہ غیر شرعی رسومات کے خاتمے کے لئے بھی اصول اور ضابطے بنائے جائیں۔

یہ چند باتیں اشارتاً درج کی جارہی ہیں۔ اس مقصد کے لئے ایک سوالنامہ اور ضابطہ بنایا جائے تاکہ اس کی روشنی میں تمام مسائل پر گفتگو ہوسکے۔

شخصی وعائلی مسائل چونکہ زیادہ تر اسلامی ممالک میں مدوّن کئے جاچکے ہیں۔ اور ان کی تدوین میں قرآن وحدیث اور عصری تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے ہندوستان میں بھی انکی تدوین وتشکیل بے حد ضروری ہے۔

(باقی صلا پر)

حکیم اجمل خاں

قسط آخری

مولانا حکیم عبدالشکور مرحوم و مغفور

حکیم صاحب مرحوم کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا کہ آزاد ہندوستان میں میواتی نوجوانوں کو روزگار کی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ اس لئے انھوں نے تعلیمی معیار میں نمایاں بہتری پیدا کی۔ چنانچہ دارالعلوم شکراوہ کے شعبہ پرائمری کے طلبہ امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے لگے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۲ء تک سیکڑوں بچے تعلیم حاصل کرکے سرکاری ملازمتوں میں چلے گئے۔ دوسری طرف دینی شعبے کے طلبہ کے لئے طب کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کوشش سے بھی درجنوں طلبہ عالم کے ساتھ ساتھ طبیب بن گئے جس سے ان کے روزگار کا مستقبل روشن ہو گیا۔

حکیم صاحب نے تین چار سال تک شکراوہ میں تعلیمی سماجی، اقتصادی اور سیاسی مفادات کی تکمیل کے لئے آل میوات کانفرنسیں منعقد کرائیں۔ ۱۹۵۰ء میں آپ نے مولانا آزاد مرحوم کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ مولانا صاحب مرحوم تو کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکے۔ تاہم ان کے نجی سکریٹری جناب مسعود صاحب مولانا صاحب کا پیغام لے کر کانفرنس میں شریک ہوئے۔

طبی خدمات

حکیم صاحب مرحوم کا پیشہ اگرچہ طبابت تھا تاہم اسے وہ مالی منفعت کے لئے نہیں بلکہ خدمت خلق کے لئے کرتے تھے۔ وہ ایک ماہر طبیب تھے۔ دماغی امراض کے علاج میں خاص دسترس رکھتے تھے مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم کے مطب میں اکثر جاتے، اور ان سے روابط رکھتے تھے۔ وہ امراض کا علاج مفردادویات سے کرتے تھے۔ مرکبات بالعموم ہندوستانی دواخانہ سے، اور حکیم اجمل خاں مرحوم کی رحلت کے بعد ہمدرد دواخانہ سے لینے لگے۔ وہ ہمدرد کو اس وقت سے جانتے تھے جب وہ ایک معمولی دوکان کی حیثیت میں تھا حکیم عبدالحمید صاحب مالک ہمدرد دواخانہ سے تاحیات بہت قریبی روابط رہے۔ اسی طرح حکیم الیاس خاں مرحوم پرنسپل جامعہ طبیہ سے برابر تعلقات تھے۔

دینی جماعتی خدمات

حکیم صاحب مرحوم ذاتی مطالعہ کی بنیاد پر اہل حدیث ہوئے۔ آپ نے دینی خدمات کا آغاز موضع نیم کا سے شروع کیا تھا۔ جہاں انھوں نے گاؤں کی مسجد میں مکتب قائم کیا، اور گاؤں ہی کے بچوں کو دینی تعلیم دی۔ نیم کا میں کوئی اہل حدیث نہیں تھا۔ مگر آپ کے دینی تعلیمی سلسلہ سے بستی کے بہت سارے لوگ اہل حدیث بن گئے۔ اور جو نہیں بن سکے وہ بھی مسلک اہل حدیث کو اچھا سمجھنے لگے — اسی دوران اُن کا تعلق حضرت مولانا عبدالجبار صاحب مدظلہ العالی سے ہوا جن سے دینی تعلق کے علاوہ رشتہ داری بھی ہوئی، وہ میرے ماموں ہیں۔ والد صاحب نے ان کے ساتھ مل کر میوات میں دینی تعلیمی پروگراموں کو قرآن و حدیث کے مطابق چلانے کی اسکیم بنائی۔ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے گاؤں سوکھپوری میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا

والد صاحب دلی برابر آتے جاتے تھے۔ جہاں ان کے تعلقات حضرت حافظ حمیداللہ مرحوم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری سے ہوئے۔ اب وہ جماعتی جلسوں اور پروگراموں میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ پھر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مبلغ مقرر ہوئے اور کئی سال تک دعوت و تبلیغ کا کام کیا۔ اس سے انھیں ملک بھر کی جماعتوں سے رابطہ قائم کرنے کا موقعہ ملا۔ میوات میں انجمن اہل حدیث میوات قائم ہوئی، جس کا ربط آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے کیا گیا۔ اس انجمن کی سرپرستی میں مختلف دیہات میں ابتدائی دینی تعلیم کے مکاتب قائم ہوئے جنھیں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی جانب سے ماہانہ امداد ملتی تھی۔ یہ مکاتب ہریانہ، پنجاب اور راجستھان وغیرہ میں بہت عمدہ خدمت کر رہے تھے۔

ایک مرحلہ پر حکیم صاحب مرحوم، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب مدظلہ العالی اور حضرت مولانا داؤد راز صاحب (آخرالذکر دونوں حضرات سے عمر میں بہت چھوٹے تھے) نے اخوان الصفا کے نام سے ایک سہ نفری تنظیم قائم کی جس میں طے کیا گیا کہ وہ میوات میں دین و مسلک کی خدمت ایک ساتھ مل کر کریں گے۔ حکیم صاحب اگرچہ نیم کا میں رہائش پذیر تھے۔ مگر اب وہ شکراوہ آنے جانے لگے۔ اور گاؤں کے سربرآوردہ حضرات سے ان کا ربط قائم ہوا۔ یہاں مہینوں تک ایک حویلی میں قیام کرتے۔ شکراوہ علاقہ میوات کے عین وسط میں واقع ایک بڑی اہل حدیث بستی ہے۔ جس کے اردگرد دوسرے اہل حدیث دیہات بھی ہیں۔ یہاں کے لوگوں سے تعلق اور وابستگی کی بنا پر والد صاحب

نے اس گاؤں کو اپنی دینی مساعی کے لئے منتخب فرمایا انھوں نے حضرت ماموں مولانا عبدالجبار صاحب مدظلہ العالی سے بھی درخواست کی کہ وہ اپنے گاؤں والا مدرسہ بھی شکراوہ لے آئیں۔ جسے انھوں نے بہت خوشی سے قبول کیا۔

حکیم صاحب نے ۱۹۳۰ء میں اپنے معاونین سے مشورے کے بعد شکراوہ میں ایک اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پاس کی۔ چنانچہ اس پروگرام کو لے کر حضرت حافظ حمید اللہ مرحوم کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ اوران سے اجلاس کے انعقاد کے سلسلے میں گفتگو کی۔ حضرت حافظ صاحب نے اس تجویز کی بھرپور تائید کی اور پورا تعاون کرنے کا یقین بھی دلایا۔ حکیم صاحب حافظ صاحب مرحوم سے گفتگو کے بعد امرتسر گئے جہاں آپ نے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رح سے ملاقات کی۔ موصوف نے بھی تجویز کی تائید فرمائی۔ مگر اس بات پر تشویش کا اظہار فرمایا کہ گاؤں میں اتنا بڑا اجتماع کیونکر منعقد ہوگا۔ حضرت مولانا مرحوم کو اس وقت کوئی مصروفیت بھی تھی۔ تاہم وہ دیرینہ تعلقات کی بنا پر حکیم صاحب کی دعوت کو ٹال بھی نہیں سکتے تھے۔ مرحوم نے اجلاس کی دعوت کو قبول کیا۔

امرتسر سے واپسی پر والد صاحب نے دوسرے علمائے جماعت سے بھی ربط قائم کیا۔ اور اجلاس کے انعقاد کی تاریخیں مقرر فرما دیں۔ الحمدللہ اجتماع منعقد ہوا۔ میوات کی تاریخ میں پہلا عظیم الشان دینی اجتماع تھا۔ کھانے کا اہتمام بھی حاضرین کے لئے کیا گیا تھا۔ جو تین یوم تک بہت سے کڑھاؤں میں پکتا رہا۔ میواتی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے اس جلسہ میں شرکت کی۔ ہندوستان بھر سے چوٹی کے بیس بڑے اہل حدیث علماء کرام اس میں شریک ہوئے، جس میں حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رح، حضرت مولانا ابراہیم سیالکوٹی رح، حضرت مولانا محمد سورتی رح، حضرت مولانا عبدالتواب علی گڑھی رح، حضرت مولانا عبدالجبار کنڈیلوی رح، مولانا عبدالحنان صاحب، حضرت مولانا شرف الدین صاحب، حضرت مولانا یونس صاحب، حضرت مولانا محمد جوناگڑھی، حضرت مولانا عبدالوکیل صاحب وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس زمانہ میں وسائل کی بے حد کمی تھی۔ سڑکیں اور ریلیں شاذ و نادر تھیں۔ ان علمائے کرام کو بیل گاڑیوں رتھوں اور بہلیوں میں بٹھا کر نوح سے لایا گیا۔

یہاں میواتی اسکول میں ان علمائے کرام کا پورے علاقے کی جانب سے استقبال کیا گیا۔ جناب محمد علی صاحب سابق ہیڈ ماسٹر میواتی اسکول نے ان کی ضیافت فرمائی۔

غرض یہ اجلاس بہت کامیاب رہا۔ اس موقعہ پر شکراوہ میں ایک عربی دینی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جس کے لئے دس بیگھہ زمین شکراوہ گاؤں نے دی۔ اور تعمیری مصارف کی ذمہ داری حضرت حافظ حمید اللہ مرحوم نے قبول فرمائی۔ اجلاس کے فوراً بعد مدرسہ کی تعمیر ہوئی۔ پہلے کچا بنوایا گیا۔ اور اسی میں کام شروع کر دیا گیا۔ بعد ازاں حافظ صاحب مرحوم نے پانچ ہزار روپے کا عطیہ والد مرحوم کو دیا۔ والد صاحب نے صرف تین ماہ کے اندر بہت بڑی پختہ بلڈنگ بنوا دی۔ الحمدللہ دارالعلوم شکراوہ جماعت اہل حدیث کی قدیم درسگاہ ہے جو پچپن سال سے برابر کام کر رہی ہے۔ جس سے میوات و بیرون میوات کے ہزارہا طلباء مستفید ہوئے ہیں، اس کے متعدد نامور فضلاء ملک کے طول و عرض میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس راقم الحروف نے بھی جو کچھ پایا ہے اسی درسگاہ سے پایا ہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب، مولانا محمد داؤد راز مرحوم، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رح، حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی صاحب رح، مولوی الٰہی بخش مرحوم، مولوی سلیمان صاحب رح جیسے ممتاز علمائے کرام اس درسگاہ میں استاذ رہ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔

۱۹۴۳ء میں یہاں عربی شعبہ کے ساتھ بعض مسلم افسران تعلیم کی توجہ سے مروجہ پرائمری تعلیم کا شعبہ بھی قائم ہوا۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے پنجاب میں ذریعہ تعلیم اردو تھا۔ اور عام طور پر افسران بھی مسلمان ہوتے تھے۔ اس لئے اس شعبہ نے بہت مفید کام کئے۔

دارالعلوم کا سالانہ امتحان و جلسہ شروع ہی سے شعبان کے مہینہ میں منعقد ہوتا۔ جس میں ممتاز علمائے کرام کو شرکت کی دعوت دی جاتی۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب رح، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (حال کراچی) حضرت مولانا عبدالوکیل صاحب (حال کراچی) برابر تشریف لاتے تھے۔ اور ۱۹۴۷ء کے بعد حضرت مولانا تقریظ احمد صاحب رح۔ مولانا عبدالسلام بستوی رح صاحب۔ مولانا عبداللطیف سلفی صاحب تشریف لاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی نیک مساعی کو قبول فرمائے۔ اور جو مرحوم ہو چکے ہیں انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامے

۱۹۴۷ء کے حادثات نے ہمارے علاقے کو بہت متاثر کیا تھا۔ ہمارا گاؤں بھی جلا دیا گیا۔ پورا اثاث البیت نذر آتش ہو گیا۔ اور ہم لوگ خالی ہاتھ پا پیادہ نیم کا سے شکراوہ پہنچے۔ یہاں ایک مکان پہلے سے ہی والد صاحب نے خرید کر رکھا ہوا تھا۔ اس خراب وقت میں یہ ہمارے کام آیا۔ پہلے تو دو چار دن تک ہم اپنے ماموں کے گھر پر رہے۔ اس کے بعد مستقلاً شکراوہ والے مکان میں منتقل ہو گئے۔ اب والد صاحب [illegible] مدرسے میں مقیم ہو گئے تھے۔ چاروں طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ ہمارا علاقہ تقسیم وطن کی وجہ سے تبادلۂ آبادی کی زد میں تھا۔ اس لئے یہ مسئلہ بڑی شدت سے سامنے تھا کہ پاکستان ہجرت کی جائے یا ہندوستان ہی میں رہا جائے۔ فرقہ پرست تنظیمیں اور افسران برابر ہجرت کر جانے کے لئے پریشان کر رہے تھے۔ لیکن

کانگریسی مسلمان اور وسیع الظرف ہندو لیڈران خصوصاً گاندھی جی نے میوات کے لوگوں کو ہجرت کرنے سے منع کیا۔ حکیم صاحب مرحوم نے بھی ہجرت کی مخالفت کی۔ انھوں نے لوگوں کی ہمت اور ڈھارس بندھائی۔ چنانچہ ان کی وجہ سے میو مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی میوات ہی میں رہ گئی ہے۔

قیام امن کے بعد مرحوم نے دارالعلوم کے تعلیمی سلسلہ کو شروع کیا۔ اساتذہ کو جمع کیا پھر طالب علم داخل کئے۔ اب وہ ہر چیز کی نگرانی بھی خود کرنے لگے۔ طلبہ کی رہائش، تعلیم، معیار تمام چیزوں کا خیال رکھتے۔ فاضل اوقات میں انھیں خود پڑھاتے۔ ان کے مباحثے و مکالمے بھی کراتے۔ انشاء و تقریر کا خصوصی سلسلہ شروع کیا۔ اخبارات اور تازہ بتازہ کتابیں منگاتے۔ اور طلبا کو ان سے استفادہ کرنے کی ترغیب دیتے۔

دلی برابر آتے جاتے، وہ حافظ حمید اللہ مرحوم کے مہمان ہوتے۔ حافظ صاحب سے مل کر انھوں نے اخبار اہل حدیث امرتسر کو دوبارہ جاری کرنے اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے احیاء کی تجویز بنائی۔ دہلی کے تمام ادارے اجڑ گئے تھے۔ علماء کرام پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔ لے دے کے مولانا تقریظ احمد سہسوانی اور مولانا عبداللطیف سلفی کشن گنج رہ گئے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے اخبار اہل حدیث کے دوبارہ اجراء کی ذمہ داری حکیم صاحب اور مولانا تقریظ احمد صاحب پر ڈالی وہ فالج کی وجہ سے صاحب فراش ہو گئے تھے۔ مجھے والد صاحب نے چوڑے کر ان کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت بھی ان کی صحت اچھی نہیں تھی۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ والد صاحب سے ملاقات کے لئے انتہائی بے تاب رہے انھوں نے پانچ دن تک پانچ خط حکیم صاحب مرحوم کے نام شکراوہ کے پتے پر روانہ کئے۔ مگر ان دنوں ڈاک کا انتظام برابر نہیں تھا۔ ڈاک بہت تاخیر سے پہنچتی تھی۔ پانچوں خط والد صاحب کو اکٹھے ہی ملے۔ مگر اس وقت تک وہ خادم جماعت! جس کی زندگی کا بہت سا قیمتی وقت اور سرمایہ مسلک اہل حدیث کی اشاعت و حمایت میں خرچ ہوا تھا اس دنیا سے جا چکا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والد صاحب کئی دن کے بعد دہلی پہونچے تو مولانا عبداللطیف سلفی مرحوم نے بتایا کہ مرنے سے پہلے حافظ صاحب مبلغ ایک ہزار روپیہ اخبار کے اجراء کے لئے دے گئے۔ جو مولانا تقریظ صاحب کے پاس پہنچا دیئے ہیں۔ حافظ صاحب مرحوم کی ہدایت کے مطابق اخبار کی انتظامی ذمہ داری حضرت مولانا تقریظ صاحب کے سر اور ادارتی ذمہ داری حکیم صاحب نے قبول کی۔

فروری ۱۹۵۰ء میں اخبار اہل حدیث کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔ جماعت کے لئے یہ بہت ہی خوش آیند بات تھی۔ اخبار کے ذریعہ ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے اہل حدیث بھائیوں سے ربط قائم ہوا۔ کانفرنس کے ناظم عمومی حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ تو پاکستان ہجرت فرما کر وہاں رحلت فرما گئے۔ البتہ صدر جماعت حضرت مولانا عبدالوہاب آروی مرحوم ہندوستان میں موجود تھے جماعتی تجدید و احیاء کی کوششیں اور زندگی دیکھ کر وہ بھی دہلی تشریف لائے۔ اور اہل حدیث کانفرنس کے احیاء کی کوششیں شروع کر دیں۔ کانفرنس کا سارا دفتر و اثاثہ ۱۹۴۷ء کی نذر ہو چکا تھا۔ اس لئے موصوف نے مسجد اہل حدیث کشن گنج کے ایک بالاخانہ میں دفتر جمایا۔ بڑی لے دے کے بعد کانفرنس کی عاملہ کا اجلاس مدرسہ ریاض العلوم میں منعقد ہوا۔ جس میں مختلف تجاویز پاس ہوئیں والد مرحوم بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد پھر خاموشی ہو گئی۔ ارباب اقتدار کی طویل خاموشی پر والد صاحب نے احتجاج کیا تو غالباً ڈیڑھ دو سال کے بعد کوئی میٹنگ ہوئی جس پر مولانا مجاز اعظمی صاحب کو آفس سکریٹری مقرر کیا گیا۔ مگر پھر سناٹا چھا گیا۔ کچھ دن کے بعد اخبار ترجمان کا اجراء عمل میں آیا۔ حکیم صاحب مرحوم برابر ارباب اقتدار کو جھنجھوڑتے رہے اور کانفرنس کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے تاحیات بیتاب رہے۔

اخبار اہل حدیث کے ذریعہ مرحوم نے نہ صرف جماعت میں حرکت و عمل پیدا کی، بلکہ جماعت دشمنی اور مخالفت کی بھی برابر مدافعت کرتے رہے۔ اور قرآن و سنت کی مشعل جلاتے رہے۔ ان کا ہر اداریہ حیات بخش اور فکر انگیز ہوتا تھا۔ موصوف نے غلام جیلانی برق مرحوم کی کتاب "دو اسلام" کا جواب بالاقساط اہل حدیث میں دیا۔

طلوع اسلام والے کی خرابی، مودودی افکار کے مالہ وماعلیہ سے جماعت کو واقف کرایا۔ جو اہل حدیث علمائے کرام اس سے متاثر ہوئے ان کو بھی ٹوکا۔ اہل حدیث کی ملی و سیاسی خدمات کو نظر انداز کرنے والوں کی قلعی کھولی۔ غرض کوئی بھی پہلو ایسا نہ تھا جس پر مرحوم نے قلم نہیں اٹھایا۔ اخبار اہل حدیث کی دس سالہ فائل اس کا بین ثبوت ہے۔

۱۹۵۴ء میں مرحوم نے تذکرہ ثنائیہ کی ترتیب کا کام شروع کیا جس کے لئے انھوں نے ہندوپاک کے اہل حدیث علمائے کرام کو متوجہ کیا۔ تاہم، لٹریچر اور اخبار اہل حدیث کی فائلیں جمع کرنے میں بڑی دشواری کی "تاہم بڑی محنت کی۔ لگ بھگ چار سال اس کی ترتیب پر صرف کئے۔ اور الحمد للہ ایک اچھی معلوماتی دستاویز حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت تیار فرمائی۔ جو الدار السلفیہ بمبئی کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہے۔ مرحوم نے محسوس کیا کہ حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کی کوئی جامع سوانح عمری نہیں ہے اس لئے ایک اور کتاب تذکرۂ نذیریہ کی ترتیب کا کام شروع فرمایا۔ اس کتاب کے بھی لگ بھگ سو صفحات مرتب ہو گئے تھے ——— ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۰ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ اور ۱۰ر اپریل ۱۹۶۱ء کو قریب چھ ماہ صاحب فراش رہ کر وہ اس جہان فانی سے چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زندگی بھر غریبوں کی خدمت اور ہمدردی اشاعت دین و مسلک بے نیازی، سادگی، فقیرانہ طرز زندگی اور مطالعہ و تحریر شیوہ رہا۔ اسی کی دوسروں کو تلقین کرتے رہے

اجلاس بنگلور

رات میں مولانا مختار احمد ندوی صاحب کا فون آیا کہ وہ عرب علماء کو لے کر ۹ کی شام میں بنگلور پہونچیں گے۔ خواتین کے قیام کے لئے استقبالیہ نے کوئی انتظام نہیں کیا تھا، اور بار بار اعلان کیا گیا کہ خواتین کے قیام کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ البتہ جو صاحب لائیں تو وہ خود ذاتی طور پر کسی ہوٹل وغیرہ میں قیام کر سکتے ہیں۔ مگر احباب جماعت نے ان تمام اعلانات کو نظر انداز کر دیا۔ اور اصرار کیا کہ وہ ہر حال میں خواتین کو لے کر آئیں گے۔ ان کے اصرار پر مجبوراً ایک اسکول بلڈنگ خواتین کے قیام کے لئے مخصوص کی گئی۔

واپسی ریزرویشن کے لئے بہت کم مہمانان نے لکھا تھا۔ زیادہ شرکاء اجلاس کے بعد سیر سپاٹے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے ریزرویشن نہیں کرائے۔ بہت سے لوگ سپیشل بسوں کے ذریعہ پہونچے تھے۔ ممبئی کا قافلہ ٹرین سے پہونچا۔ ۹ تاریخ کی شام تک اجلاس کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ کھانے کا تمام سامان پہنچ چکا تھا۔ تین دن کا کوپن معہ ناشتہ ۲۴ روپے میں دینا طے پایا تھا۔ جن جن جماعتوں کے وفود آتے گئے۔ انھیں اسکولوں میں ٹھہرایا جاتا رہا، ساتھ ہی کوپن اور بیج بھی تقسیم ہوتے رہے۔ ۹ مئی کو رات گئے تک بہت سے مہمان آ چکے تھے۔ مولانا مختار احمد ندوی صاحب بھی عرب علماء کی معیت میں شام کو پہنچ گئے۔ ہوائی اڈہ پر ان کا استقبال کیا گیا۔ شیخ انیس الرحمن، مولانا عبد المتین صاحب اور راقم الحروف یہاں موجود تھے۔

دہلی سے مولوی عبد الستار صاحب مکتبہ ترجمان کو لے کر پہنچ گئے۔ مگر افسوس! راستے میں ان سے مال کی کنجی گم ہو گئی۔ جس سے مال حاصل کرنے میں بہت دشواری ہوئی۔ استقبالیہ کے کارکن جناب ایوب صاحب و بشیر احمد صاحب کی محنت اور کوشش سے بمشکل تمام ۱۰ تاریخ کو مکتبہ ترجمان کا مال ملا۔ تب اسٹال لگایا گیا۔

اجلاس عام کے لئے جن عرب علمائے کرام مدعو تھے ان میں سے کوئی نہیں پہنچے۔ اور تو اور خطوط اور معذرت نامے بھی نہیں آئے۔ کسی کو کسی سے شکایت تھی۔ کوئی کسی سے ناراض تھا، وغیرہ۔ درجن بھر عرب علماء کے آنے کی اطلاع تھی مگر ان کے معذرت نامے آ گئے۔ بعض کو دعوت نامے ہی نہیں ملے۔ پاکستانی علماء نے بھی معذرتی خطوط بھیج دیئے۔ غرض مقررین کی طرف سے بہت مایوسی ہوئی۔ جو لوگ تمام جلسوں میں پہونچتے ہیں وہ بھی یہاں نہیں پہونچے۔ اللہ تعالے ان سب کا بھلا کرے۔

اجلاس کی کارروائی کی باقاعدہ اشاعت کے لئے اخبارات کے ذمہ داران اور نمائندگان سے پہلے ہی بات کر لی گئی تھی۔ اس لئے اجلاس کا پروگرام و کارروائی برابر شائع ہو رہے تھے۔ اجلاس کے خصوصی کردار اور ملک و ملت کے لئے اس کی افادیت و اہمیت واضح کرنے کے لئے ایک پریس کانفرنس کا اہتمام بھی کیا گیا۔

ممبئی سے انقلاب کے نمائندے تشریف لائے تھے، سالار اور پاسبان کے نمائندگان تو برابر پروگرام میں دلچسپی لیتے رہے۔

اہل حدیث مخالف حضرات نے پہلے ہی سے ہمارے اجلاس کو ناکام بنانے کی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ اور بنگلور کے مختلف علاقوں میں دینی پروگرام اور تقریبات کا اہتمام کر رکھا تھا۔ جنھیں ایک بڑی دینی شخصیت خطاب کر رہی تھی۔ یہ پروگرام یقیناً مخالفین نے ہمارے اجلاس کو ناکام بنانے کے لئے رکھے تھے۔ تاکہ شہر کے عوام اہل حدیث پروگرام میں شرکت سے باز رہیں۔ ہمارے اجلاس کا پروگرام جب دو ماہ پہلے شہر میں مشتہر ہو چکا تھا تب انھیں تاریخوں میں پروگرام رکھنے کی کیا تک تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ بدنیتی سے رکھے گئے تھے۔ بہرحال اہل جماعت اجلاس عام کے لئے دور دور سے پہنچ رہے تھے۔ جمعہ کی نماز کے وقت تک بڑی تعداد بنگلور پہنچ گئی۔

نماز جمعہ بہت اہتمام سے ہوئی۔ بہت خوب حاضری تھی۔ غیر اہل حدیث حضرات بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ خطبۂ جمعہ مولانا مختار احمد ندوی صاحب نے ارشاد فرمایا۔ (جو الحمد للہ صوت الحق میں شائع ہو چکا ہے)

نماز کے بعد مہمانان نے کھانا کھایا اور آرام کیا۔ عصر کی نماز کے بعد اجلاس عام کا افتتاح ہوا۔ قاری عبد الصمد مالیگاؤں کی تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ پھر جناب مولانا حافظ عبد المتین صاحب کا زبانی خطبہ استقبالیہ ہوا۔ اس کے بعد امیر جمعیت کا خطبہ صدارت، پھر مولانا مختار احمد ندوی صاحب کی تقریر ہوا۔

اس کے بعد اجلاس ختم ہو گیا۔

عشاء کے بعد اجلاس عام کی دوسری نشست

تھی، جسے مختلف علمائے کرام بالخصوص عمر محمد فلاتہ نائندہ جامعہ اسلامیہ نے خطاب فرمایا۔

۱۱ مئی کو ۹ بجے مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جس کی کارروائی ترجمان میں شائع ہو چکی ہے اور ۱۰ بجے اجلاس عام شروع ہوا جس میں مولانا ابوالعاص وحیدی کی تقریر کو بہت پسند کیا گیا۔ جس کے اقتباسات اخبارات میں بھی شائع ہوئے۔ عصر کی نماز کے بعد مجلس مضامین کا اجلاس تھا۔ جو خدا جانے کیوں اور کس لئے مجلس وعظ ہو گیا۔ اس اجلاس میں متعدد مقررین نے حصہ لیا۔ سٹیج سکریٹری کے فرائض ۱۱ مئی تک شیخ انیس الرحمٰن ناظم عمومی انجام دیتے رہے۔ اجلاس شوریٰ کے بعد مولانا عبدالوہاب خلجی انجام دینے لگے۔

شب کے اجلاس میں قاری عبدالرشید اور مولانا صفی الرحمٰن صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ قاری صاحب نے بعثت نبوی پر تقریر فرمائی۔ جس میں ہندو کتابوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثابت کی گئی تھی۔ اس تقریر کو بہت پسند کیا گیا۔ اور اگلے دن بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ قاری صاحب کی تقریر دوبارہ بھی کرائی جائے۔ اجلاس میں جماعت کے مشہور مقرر ڈاکٹر اسلم صاحب کے متعدد خطاب عام ہوئے۔ خواتین کے لئے انھوں نے خصوصی تقریر فرمائی۔ اردو کے علاوہ تامل، ملیالم، عربی اور انگریزی تقریریں بھی ہوئیں۔ مگر کئی اہم مقررین مثلاً مولانا حافظ عبدالمتین صاحب، مولانا عبدالرحمٰن کشمیری سابق ممبر پارلیمنٹ وغیرہ کی تقاریر ہو ہی نہیں سکیں۔

اجلاس کے دوران بعض شرکائے اجلاس میسور پالیس اور میسور گھومتے رہے۔ جس کی ایک وجہ پروگرام کی بے ترتیبی و عدم دلچسپی رہی۔ ذمہ داران اور مدعو علمائے کرام جلسہ گاہ کے بجائے ہوٹل میں آرام فرماتے رہے۔ کئی حضرات الگ الگ ٹکلیں کرکے لامرکزیت کو ہوا دیتے رہے اور اپنا رعب جمانے کی کوششیں کرتے رہے۔ اجلاس جماعت کے مستقبل کے لئے کوئی پروگرام بنانے سے بھی قاصر رہا۔ ملک بھر سے آئے ہوئے مقامی و شہری و صوبائی نمائندگان سے کوئی استصواب رائے نہیں ہو سکا۔ نہ انھیں کوئی پروگرام دیا جا سکا۔ حتیٰ کہ جو قراردادیں اس اجلاس میں پاس ہوئی تھیں ان پر بھی بحث نہیں ہوئی۔

یہ باتیں بہت دکھ کے ساتھ لکھ دی گئی ہیں۔ تفصیلات میں اس لئے جانا مناسب نہ ہوگا کہ اپنی ہی توہین ہے۔ ذمہ داران اس بات کو خود محسوس کریں کہ وہ جماعت کی قیادت کی کس قدر صلاحیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور جب صلاحیت نہیں رکھتے تو انھیں خود ہی ذمہ داری نہیں قبول کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مل بیٹھنے کا ایک موقعہ فراہم کیا تھا۔ جس کا جماعت اور مسلک کو خاص طور پر جنوب کی جماعت کو مثبت فائدہ پہونچنا چاہیے تھا۔ مگر وہ خاطر خواہ نہیں پہنچا۔

اجلاس میں دوسری جماعتوں کے ذمہ دار علماء کرام اور رہنمایان ملت کو بھی مدعو کیا گیا تھا مگر صرف جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب ہی تشریف لا سکے۔ اپنی جماعت کے ممبر پارلیمنٹ جناب عبدالحنان انصاری صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن کاشمیری سابق ممبر پارلیمنٹ بھی اپنی خرابی طبع کے باوجود شریک اجلاس ہوئے۔

۱۲ مئی کو بعد نماز عصر گلاس ہاؤس میں مقامی شہریوں کی جانب سے مہمانان اجلاس کو استقبالیہ دیا گیا۔ جس میں ریاست کرناٹک کے دو وزیر اور ایک ایم ایل اے شریک ہوئے۔ استقبالیہ میں تعارفی افتتاحی تقریر مولانا مختار احمد ندوی صاحب نے فرمائی۔ اس کے بعد جناب روشن بیگ ایم ایل اے نے مہمانان کا شکریہ ادا کیا پھر وزراء صاحبان نے خاص طور پر جناب عبدالندیر صاحب نے شرکاء اجلاس کا شکریہ ادا کیا اور مسلم جماعتوں کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ اجلاس میں شہریوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ جناب قاسم حبیب الرحمٰن صاحب نے وزراء کی گل پوشی کی۔

اس اجلاس سے واپسی پر بارش ہو گئی۔ جس سے اجلاس کا پورا نظام درہم برہم ہو گیا۔ پنڈال اور فرش بری طرح بھیگ گئے۔ اختتامی اجلاس جلسہ گاہ کے بجائے چار مینار مسجد میں منعقد ہوا۔ جسے مولانا مختار احمد ندوی صاحب نے بھی ایڈریس کیا۔

اجلاس کے اختتام کے بعد مہمانان کو واپس ہونے کی فکر ہو رہی تھی۔ میں چونکہ اجلاس کے انتظامات دیکھ رہا تھا۔ اس لئے فوری طور پر میرا جانا ممکن نہیں تھا۔

۱۳ مئی کو مسجد ہی میں ایک خصوصی نشست ہوئی، جس میں اہل بنگلور بالخصوص منتظمین اور بعض مہمانان موجود تھے۔ اس نشست کو پہلے میں نے اور بعد ازاں مولانا عبدالرحمٰن کشمیری سابق ممبر پارلیمنٹ نے خطاب کیا۔ اس میں کارکنان اجلاس کی خدمات کو خصوصی خراج تحسین پیش کیا۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ اجلاس جماعت اہل حدیث بنگلور کے چند مخلصین کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ تھا۔ اجلاس کے بہتر انتظامات کے سلسلہ میں جناب مولانا عبدالمتین صاحب، جناب آر عبدالجلیل صاحب، جناب عظمت اللہ قریشی صاحب، جناب ایوب صاحب، جناب نثار احمد، بشیر احمد صاحبزادگان ابو عامر صاحب، جناب بشیر احمد صاحب سکریٹری جمعیت، جناب شہاب الدین صاحب، جناب چاند بیگ صاحب، جناب روشن بیگ صاحب ایم ایل اے، جناب عبدالرقیب صاحب، جناب مولانا احمد اللہ قریشی، جناب عبدالواحد صاحب خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی نیک مساعی کو قبول فرمائے۔ اور جن حضرات نے اجلاس کے انعقاد کے لئے مالی

تعاون پیش کیا ان کا مالی صدقہ قبول فرمائے اور انھیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اجلاس میں جامعہ دارالسلام عمرآباد، مولانا عبدالباری (ائی اسکول بنگلور کے طلبہ نے رضاکار کے فرائض انجام دیئے۔ اور بڑی محنت اور لگن سے کام کیا۔ یہ طلبہ اور ان کے نگراں اساتذہ خصوصاً مولانا ظہیرالدین صاحب جامعہ دارالسلام عمرآباد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

استقبالیہ کمیٹی کے بہت سے اراکین جن کے نام اس وقت ذہن میں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کی نیکیاں اور مساعی قبول فرمائے۔ ہم جناب ابراہیم خلیل اللہ صاحب منیجنگ ایڈیٹر سالار، جناب اسمٰعیل تابش مدیر پاسبان، مدیر انقلاب ممبئی اور ان کے نمائندگان نیز جناب جمیل احمد صاحب مالک جمیل پرنٹنگ پریس، مقامی افسران اور جناب چیف منسٹر صاحب کے دلی تعاون اور ہمدردی کے لئے بہت بہت مشکور ہیں۔

میں استقبالیہ آفس کے تمام کارکنان جناب محمد نذیر صاحب حیدرآباد۔ جناب بلال صاحب، جناب رفیق احمد صاحب، جناب فاروق صاحب جناب مولوی ابوالوفا صاحب آرگنائزر مرکزی جمعیت جناب محمد یوسف صاحب، جناب نذیر احمد صاحب مولوی اختر ہریالوی اور وقتاً فوقتاً آکر کام کرنے والے سارے ہی احباب کا بہت بہت مشکور ہوں اللہ تعالیٰ ان سب کی نیکیاں قبول فرمائے۔

میں اور میرے ساتھی کارکن ۲۱ یوم تک بنگلور میں مقیم رہے۔ اس دوران احباب جماعت نے ہماری جو خاطر مدارات فرمائی اور ہر طرح کا خیال رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے انھیں جزائے خیر دے۔

آخر میں تمام اہل جماعت کا مشکور ہوں۔ جو دور دراز کا سفر کرکے کشمیر، پنجاب، ہریانہ، مغربی یوپی، مشرقی یوپی، راجستھان، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، بہار، بنگال، آندھرا، گجرات، مہاراشٹر بمبئی علاوہ، کرناٹک، تامل ناڈو، کیرالا سے ہماری دعوت پر اجلاس میں شریک ہوئے۔

اجلاس میں حاضری اس لئے کم تھی کہ جنوب میں جماعت کی تعداد کم ہے۔ تاہم ہر صوبے کی نمائندگی تھی۔ اور منتخب اور حساس نمائندگی تھی۔

۱۴؍ مئی کی شام کو سات بجے جناب مولانا حافظ عبدالمتین صاحب آر عبدالجلیل صاحب اور دوسرے احباب نے بنگلور ایئرپورٹ پر مجھے الوداع کہا۔ اور میں ایربس پر سوار ہو کر رات ساڑھے دس بجے بخیریت دہلی پہنچ گیا۔

وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ: مسلم پرسنل لاء

مسلم پرسنل لار کا مسئلہ چونکہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے اس بات کی دعوت دی جائے کہ مسلم پرسنل لار کی تدوین و تشکیل جدید کے لئے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ مستند علمائے کرام پر مشتمل ایک کونسل قائم کی جائے۔ جو مسائل پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اجتہاد کرے، اور اس پر اجماع کرے۔ تاکہ وہ تمام مسلمانوں پر نافذ العمل ہو۔

امید ہے کہ اہل جماعت اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اس بارے میں اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں گے، تاکہ ان کی روشنی میں اقدامات کئے جائیں۔

بقیہ: اداریہ

گنجائش نکل آئے۔ سنت پر عمل کرنا اصول دین ہے۔ فرع نہیں۔ اہل حدیث مخالف حضرات سنتوں پر عمل کو تو ہمیشہ فروعی کہتے آئے ہیں۔ اور فقہ کے مسائل پر عمل میں وہ اس قدر سخت ہیں کہ ان سے ایک انچ بھی ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے تنظیم، مقصد اور پروگرام ہر چیز میں احتیاط ضروری ہے۔

نوجوانوں سے درخواست ہے کہ عصر حاضر کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کمر ہمت کس کر میدان میں آئیں۔ اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کسی بھی جدوجہد سے گریز نہ کریں۔ انشاء اللہ انھیں ہر قدم پر کامیابی ملے گی۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں محفوظ ہو، اپنے جسم میں عافیت پاتا ہو۔ اس کے پاس ایک دن کی روزی ہو۔ وہ ایسا خوش نصیب ہے گویا ساری دنیا اس کے لئے سمیٹ دی گئی ہے۔ (ترمذی)

فتاویٰ

کیا اجتماعی دُعا کرنا جائز ہے؟

سوال۱: کیا اجتماعی دعا کرنا جائز ہے، یا ناجائز ہے۔ یعنی امام کا دعا کرنا اور مقتدی کا آمین کہنا، ہر جمعہ میں اور فرض نماز کے بعد؟

سوال۲: مردے کو قبر میں اتارنے کے بعد منها خلقناکم وفیها نعیدکم ۔ الآیۃ ۔ یہ آیت پڑھ کر تین بار مٹی دینا سنت ہے یا بدعت۔

عبدالکریم نظیم محی الدین صاحب
خطیب اکی آلور دھاروار

جواب۱: فرض نماز کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے اسے اجتماعی طور پر التزاماً اور نماز کا جزو سمجھ کر مانگنا مسنون نہیں ہے۔

البتہ عیدین اور نماز استسقاء کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت ہے اور فرض نماز کے بعد دعا مانگنے کی روایات ضعیف ہیں، ہاں بعض علماء فضائل میں ضعیف احادیث سے ثبوت کی بنیاد پر اس عمل کو مستحب کہتے ہیں، جیسا کہ حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رح نے فتاویٰ نذیریہ میں، اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں، اور حافظ عبداللہ روپڑی رح نے فتاویٰ اہلحدیث میں مستحب بتایا ہے۔

مقلدین حضرات اذکار مسنونہ کو نظر انداز کر کے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ اور اس طرح نماز کے اختتام کا اعلان فرماتے ہیں اس کا کوئی جواز نہیں۔

جواب۲: مردے کو اتارنے کے بعد آیۃ منها خلقناکم الخ پڑھنے کو حنفیہ وشافعیہ مستحب کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو حدیث ہے وہ ضعیف ہے۔ اتارتے وقت باسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ پڑھنا چاہئے۔ اور بعد تدفین اللهم ثبته بالقول الثابت۔ پڑھنا مسنون ہے تین لپ مٹی دینا مسنون ہے۔

سوال۳: اسلام میں مونچھ کا بڑھانا حرام ہے اور داڑھی کا بڑھانا سنت ہے۔ تو دونوں کو ملانا کیسا ہے۔ ہمیں جواب میں اس کا خلاصہ ارسال فرمائیں۔

سوال۴: یہاں پر ایک مولوی صاحب پہلے تو بولے۔ اہل حدیث امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ پھر بولے۔ مکروہ ہوتی ہے۔ اور اس کا فتویٰ انھوں نے دیوبند سے منگایا ہے۔ بولتے ہیں۔

(ابراہیم سوداگر یادگیر)

جواب۳: احادیث صحیحہ بخاری و مسلم کے کتاب اللباس میں داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کو ہلکا کرنے کا حکم ہے۔ یہی آپ کی سنت مطہرہ ہے۔ داڑھی مونچھ کو ملانے سے آپ کی کیا مراد ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرحال مسلمان کو داڑھی بڑھانی چاہیئے۔ اور مونچھیں ہلکی کرلی جائیں۔

جواب۴: جو مولوی صاحب اہل حدیث کے پیچھے نماز کو ناجائز یا مکروہ کہتے ہیں، وہ فتنہ پرداز ہیں۔

ہندوستان کے سب سے بڑے حنفی عالم علامہ شبلی نعمانی نے مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبداللہ غزنوی کی امامت میں نماز پڑھی۔ ان کا بیان ہے کہ جب وہ اللہ اکبر کہتے تھے تو میرا دل ان کی طرف کھنچتا تھا۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا فتویٰ ہے کہ اہل حدیث امام کے پیچھے نماز درست ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مناظرے میں یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے کہ یہ مناظرہ ہمارے شاگرد ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کریں گے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری ندوۃ العلماء کی تاسیسی کمیٹی کے نہ صرف رکن تھے، بلکہ اس کے بعض اجلاسوں کی صدارت فرماتے رہے۔

مولانا عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ حنفی دیوبندی علماء کی تنظیم جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر اور صدر رہے۔ وہ اکثر نمازوں میں حنفی علمائے کرام کے امام ہوتے تھے۔

مشہور عالم مولانا سید سلیمان ندوی شاگرد علامہ شبلی نعمانی نے اہل حدیث کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ یہی حال مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کا ہے۔ اس لئے جس حنفی مولوی کا خیال ہے کہ اہل حدیث امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ یہ اس کا زبردست فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے عقائد کی اصلاح کرے۔

متفرقات

اجلاس عام

ادارہ اصلاح المساجد ممبئی کے زیر اہتمام تاریخی اجلاس عام مورخہ ۱۶، ۱۷، نومبر ۱۹۸۵ء بروز سنیچر و اتوار بمقام عالیہ جنرل ہسپتال مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ یوپی منعقد ہوگا۔ جس میں مساجد کی اہمیت، اس کے ابدی پیغام اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اور ملی اتحاد پر ملک کے مشہور و ممتاز علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔ اس موقع پر ادارہ اصلاح المساجد ممبئی کی طرف سے ایک کل ہند مساجد کانفرنس بھی منعقد ہوگی۔ جس میں ملک بھر کے ذمہ دار متولیان وخطباء مساجد و علماء کرام اور اعیان جماعت و اکابرین و ہمدردان ملت شرکت فرمائیں گے مجلس انتظامیہ جامع مسجد اہل حدیث مرزا ہادی پورہ کی طرف سے صرف قیام کا انتظام ہوگا۔ اپنی آمد کی اطلاع جلد از جلد اس پتہ پر بھیج دیں۔

فخر الدین انصاری ناظم مجلس استقبالیہ
جامع مسجد اہل حدیث مرزا ہادی پورہ۔ پوسٹ
مئوناتھ بھنجن۔ ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

کفایت اللہ سلفی
آفس انچارج ادارہ اصلاح المساجد

علماء جامعہ محمدیہ رائیدرگ کا تبلیغی دورہ

الحمد للہ جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ کے بانی حضرت السلام مولانا سید اسمٰعیل سلفی مرحوم کے طریقہ کے مطابق اس سال بھی علماء جامعہ کا ایک وفد شیخ نیاز احمد، شیخ خلیل الرحمٰن، شیخ ناصر مجیب، شیخ عبد القدیر پر مشتمل مندرجہ ذیل مقامات کے دورہ کے لئے نکلا۔

۱- ہندوپور ضلع اننت پور-۲- گوری بدنور ضلع کولار ۳- مدھوگری ضلع ٹمکور ۴- شہر ٹمکور-۵- شہر بنگلور-۶- شہر میسور

الحمد للہ مذکورہ مقامات کے ذمہ داروں اور احباب و برادران نے علماء کرام کا پرمسرت اور پرجوش استقبال کیا۔ علماء کرام نے بھی توحید و سنت کی اہمیت اور ان کے فضائل اور شرک و بدعت کی تردید اور اس کی مذمت کو کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں پیش فرمایا۔ ناظم جامعہ شیخ عبد الغنی السیفی العمری نے ہاسپیٹ، کوتھاپور، ہرپنہلی کے عوام سے خطاب فرمایا۔

اس دورہ سے یہ اندازہ ہوا کہ لوگ اسلام کو سمجھنے کے لئے بے حد شائق اور مشتاق ہیں اسلئے للہ وفی اللہ کتاب و سنت کی روشنی میں صحیح اسلام کو پیش کرنے کی کوشش برابر ہونی چاہیئے۔

وما علینا الا البلاغ۔ (سید امیر حمزہ)

رپورٹ جمعیتہ اہل حدیث کرنول

جمعیت اہل حدیث کرنول کا اجلاس عام زیر صدارت جناب محمد ابراہیم خاں صاحب سابق ایم ایل اے کانگریس آئی منعقد ہوا۔ حافظ محمد اسمٰعیل عمری امیر شہری جمعیت اہل حدیث کرنول نے افتتاحی خطاب میں سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ پر اظہار تعجب فرمایا کہ مذہب اسلام میں عورتوں کے ساتھ انتہائی نا انصافی برتی گئی ہے۔ موصوف نے عورتوں کو دیئے گئے تمام حقوق پر روشنی ڈالی۔

جناب اقبال رشید ایڈوکیٹ نے بڑی جوشیلی تقریر فرمائی، آپ نے یکساں سول کوڈ کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ شریعت الٰہی جو چودہ سو سال کا آزمودہ سول کوڈ ہے اس کو تمام شہریوں پر آزمایا جائے مولانا الحاج ڈاکٹر قاضی عبد الشکور صاحب پرنسپل اسلامیہ عربیہ کالج کرنول و صدر مسلم پرسنل لاء ایکشن کمیٹی کرنول نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ اسلامی قانون خدائی قانون ہے جس کو کوئی بھی بدل نہیں سکتا ہم اس میں تبدیلی ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ مولوی حافظ محمد یونس عمری نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کریں۔ جناب عبد الرؤف خاں صاحب لکچرار نے عارف محمد خاں کی تقریر کے اقتباسات کا حوالہ دے کر اُن کی تردید فرمائی۔ جناب خالد حسین صاحب جنرل سکریٹری یونائیٹڈ مسلم لیگ نے فرمایا کہ غیر اقوام اسلام کی عظمت و قوت سے گھبرا کر اس کے دشمن ہو گئے ہیں۔ کلکتہ ہائی کورٹ میں قرآن پاک پر پابندی عائد کرنے کے سلسلہ میں رٹ داخل کی گئی۔ احمد حسین صاحب ایڈوکیٹ سکریٹری مسلم پرسنل لاء ایکشن کمیٹی کرنول نے فرمایا کہ شاہ بانو مقدمہ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ تمام مسلم فرقوں کو متحد ہونے کا موقع دیا۔

آخر میں جناب محمد ابراہیم خاں صاحب ایڈوکیٹ نے اپنی صدارتی تقریر میں شاہ بانو مقدمہ کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہماری شریعت قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔ علمائے کرام کو طلاق کے موجودہ رائج طریقہ کو بدلنا چاہیئے اور قرآنی طلاق کو اپنانا چاہیئے جو تین طہر والی طلاق ہے۔ یکساں سول کوڈ کے مضرات و خطرات کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا۔

بشیر احمد
جنرل سکریٹری جمعیت اہل حدیث کرنول (آندھرا)